OPEN ACCESS
Al Aijaz Research Journal of Islamic Studies & Humanities
ISSN (ONLINE): 2707-1219
ISSN (PRINT): 2707-1200

ARJISH, Vol: 5, Issue: 3,
July to September 2021
DOI: 10.53575/arjish.v5.3(21)u17.185-194
http://www.arjish.com

افسانہ اور دیگر ادبی اصناف کے اشتراکات وافتراقات-انتقادی تعبیر

Similarities & Differences Between Short Story & other literary forms: Critical Analysis

Dr. Naseem Abbas*
Dr. Sumaira Ijaz**

Abstract

Urdu Short Stories and other poetic and prose genres' regarding similarities and differences have been discussed in Urdu Fiction Criticism. There are many writers who has given importance to poetry than short story. The declamations of Syed Waqar Azeem, Muhammad Hassan Askari, Qamar Raees, Shams ur Rehman Farooqi, Waris Alvi and Anees Nagi etc. are being discussed in this article. These discussions have major importance in Urdu fiction criticism. This article deals with these discussions objectively and shows the similarities and difference between short story and other literary forms.

Keywords: Short Story, Poetry, Novel, Drama, Fine Arts, Criticism, Declamations, Syed Waqar Azeem, Muhammad Hassan Askari, Shams Ur Rehman Farooqi, Waris Alvi

افسانے کا موازنہ جن اصناف سے کیا گیا۔اُن میں کہانی، داستان، ناول، خاکہ، ڈراما، شاعری، انشائیہ، مضمون، فلم اور دیگر فنونِ لطیفہ شامل ہیں۔افسانے اور دیگر اصنافِ ادب اور فنونِ لطیفہ کے اشتراکات اور امتیازات کو بھی ناقدین نے خاصی اہمیت دی ہے۔ناول کی طوالت اور افسانے میں اختصار اور وحدتِ تاثر کی خوبیوں کو اُجاگر کیا گیا۔افسانے کا ناول کی نسبت ڈرامے سے زیادہ قرب کو سامنے لایا گیا۔دونوں میں وحدتِ تاثر، ایجاز واختصار، مرکزی خیال کی اہمیت اور وقت اور مقام کے تعین کی مشترک خصوصیات کو پیش کیا گیا۔افسانہ اور شاعری کے مابین مرتبے کے تعین پر خاصی بحث نظر آتی ہے۔عبدالقادر سروری نے افسانہ کو شاعری سے افضل قرار دیا تو شمس الرحمن فاروقی نے افسانے کو شاعری کے مقابلے میں کم تر صنفِ سخن کہہ دیا اور وارث علوی نے نئے افسانے کو بُری شاعری سے تعبیر کیا۔

کہانی اور افسانے کے فرق کے حوالے سے ڈاکٹر مسعود رضا خاکی، محمد حسن عسکری، ڈاکٹر انیس ناگی، سلیم آغا قزلباش اور ڈاکٹر علمدار بخاری کے اسما شامل ہیں۔ڈاکٹر مسعود رضا خاکی نے اپنی کتاب ''اردو افسانے کا ارتقا'' میں کہانی کے چند امتیازات بیان کیے ہیں مثلاً کہانی میں زمانی ترتیب اور تسلسل ہوتا ہے جب کہ افسانہ میں واقعات کی ترتیب بدل جاتی ہے۔یعنی افسانہ حال سے شروع ہو کر ماضی کے کسی نقطے پر ختم ہو سکتا ہے۔کہانی میں ابتدا والی زمانی ترتیب قائم رہتی ہے۔اس کے علاوہ افسانے میں تاثر اور مقصد کی وحدت ضروری اور کہانی میں یہ شرط نہیں ہے۔

محمد حسن عسکری نے اپنے مضمون ''کہانی کے روپ'' میں کہانی اور افسانہ کو مترادف سمجھنے کو صریحاً غلطی قرار دیا ہے۔کہانی سے مراد دل

---

* Assistant Professor Urdu, University of Okara.
** Assistant Professor Urdu, University of Okara.

چسپ واقعات کا سلسلہ سمجھا جاتا ہے اور یہ دل چسپی ناول، افسانہ اور ڈراما کسی میں بھی ہو سکتی ہے۔ اُن کے نزدیک ہمارے ہاں داستان، کہانی اور ناول کو افسانہ کہہ دیا جاتا تھا اور کہانی اور افسانے کا تعلق بڑا لچک دار ہوتا ہے، بعض اوقات ٹھیٹ کہانی کو افسانہ کہا جاتا ہے اور بعض اوقات کہانی کا عنصر ہی افسانے سے غائب ہو جاتا ہے۔

ڈاکٹر انیس ناگی نے کہانی اور افسانے کی ہم رشتگی کو اپنی کتاب ''نئے افسانے کی کہانی'' کے مضمون ''نئے افسانے کی تلاش'' میں پیش کیا ہے۔ اُنھوں نے کہانی کو ناتراشیدہ واقعات کہا ہے جسے ایک وضع دینے کا عمل افسانہ کرتا ہے۔ اور یہی کہانی افسانے کی وضع اختیار کر کے کثیر المعانی بن جاتی ہے۔ غیر اہم تفاصیل اور واقعات، بڑے سانحے اور تصورات بن جاتے ہیں۔ وہ کہانی کی تلاش کو معنی کی تلاش کہتے ہیں اور کہانی کی تلاش میں موضوع اہم ہوتا ہے۔ افسانہ کہانی کے بغیر تو لکھا جا سکتا ہے لیکن موضوع کے بغیر اس کا سٹرکچر ممکن نہیں۔ انیس ناگی ان بیانات میں کہانی اور افسانے کا واضح فرق تلاش نہیں کر سکے بلکہ وہ کہانی سے واقعات مراد لیتے نظر آتے ہیں اور افسانے کو صرف ایک لسانی سٹرکچر اور اسلوب کے معنی دے رہے ہیں۔ سلیم آغا قزلباش نے اپنی کتاب ''جدید اردو افسانے کے رجحانات'' میں کہانی اور افسانے کے امتیازات بیان کیے ہیں۔ اُن کے نزدیک کہانی میں معروضیت اور افسانہ میں موضوعیت ہوتی ہے۔ کہانی میں واقعات کا منطقی رشتہ ہوتا ہے اور افسانے میں واقعات کا باہمی رشتہ نفسیاتی نوعیت کا ہوتا ہے۔ کہانی میں واقعات کو اہمیت حاصل ہوتی ہے جب کہ افسانہ میں کردار اہم ہوتے ہیں۔ کہانی میں نقطۂ نظر نہیں ہوتا اور افسانہ میں افسانہ نگار کا نقطۂ نظر، غیر مرئی انداز میں موجود ہوتا ہے۔ کہانی میں اعمال کا اظہار ہوتا ہے۔ کہانی میں کردار کی خارجی زندگی، عمل اور ردِ عمل کا اکہرا اظہار ہوتا ہے اور افسانے میں کردار کی باطنی کشاکش نمایاں ہوتی ہے۔ کہانی کا ڈھانچہ اکہرا اور افسانے کا پیچیدہ ہوتا ہے۔ کہانی میں فعل انسانی کا اجتماعی ذہن کام کرتا ہے اور افسانے میں شخصی یا انفرادی ذہن فعال ہوتا ہے۔ مندرجہ بالا بیانات میں سلیم آغا قزلباش نے عام فہم انداز میں کہانی اور افسانے کے امتیاز کو بخوبی واضح کیا ہے۔ کہانی اور افسانے کے امتیاز کو ڈاکٹر علمدار بخاری نے کچھ یوں واضح کیا ہے:

''افسانہ بہ طور ایک متن کے الفاظ (زبان) پر مشتمل ہوتا ہے اور ہم افسانوی دنیا تک رسائی بھی زبان کے ذریعے ہی حاصل کر سکتے ہیں۔ افسانہ اگرچہ موجود محسوس دنیا کا بھرپور اور متحرک عکس اُتارنے کا مدعی ہوتا ہے لیکن بہ طور ایک کہانی کے افسانہ ایک تجریدی سطح کا حامل بھی ہوتا ہے اور کہانی اُصولاً اس زبان سے آزادانہ وجود بھی رکھتی ہے۔ افسانے کی ایک مخصوص فنی ساخت ہوتی ہے جس کے ذریعے یہ اظہار پاتا ہے۔ کہانی تو فلم یا تصویروں اور مجسموں کے سلسلوں کے ذریعے بھی پیش کی جا سکتی ہے۔ کہانی بعض اوقات مقصود بالذات ہو سکتی ہے یعنی یہ ممکن ہے کہ کہانی سنانے والے کا مقصد صرف اور محض کوئی کہانی (سنی سنائی یا من گھڑت) سنانا ہی ہو لیکن یہاں بھی تفریحِ طبعی کا پہلو بہر حال نکلتا ہے لیکن فکشن لکھنے والا ایک سوچے سمجھے منصوبے کے تحت کہانی بُنتا ہے۔"(1)

داستان اور افسانے کے فرق کو ڈاکٹر مسعود رضا خاکی، ڈاکٹر سلیم اختر اور عابد سہیل نے واضح کیا ہے۔ ڈاکٹر مسعود رضا خاکی نے خواجہ امان کی داستان بوستانِ خیال کی پہلی جلد ''حدائق الانظار'' کے دیباچہ میں میر تقی خیال کے پانچ بیانات کو داستان اور افسانے کے بنیادی فرق قرار دینے

کے بعد دیگر امتیازات میں واقعات کی منطقی ترتیب، وحدتِ تاثر، اختصار اور فوق فطرت عناصر (یہ افسانے کی خصوصیات ہیں) بیان کیے ہیں۔ اس کے علاوہ مختصر افسانے حقیقت نگاری کا نمونہ ہوتے ہیں جب کہ داستانوں میں زمین و آسمان کے قلابے ملائے جاتے ہیں۔ ڈاکٹر سلیم اختر نے ''افسانہ۔ حقیقت سے علامت تک'' میں افسانے اور داستان کے فرق کو واضح کیا ہے۔ اُن کے نزدیک افسانہ نگار فرد کے باطن اور داخل کی ترجمانی کرتا ہے اور اجتماعیت کے لیے وہ فرد کو اشاریہ، علامت یا نشان بنانے کی کوشش کرتا ہے جب کہ داستان میں یہ عناصر نہیں ہوتے بلکہ کردار بھی یک رُخ اور یک رنگ ہوتے ہیں اور کرداروں کے ملتے جلتے انداز کے باعث کرداروں کی کثرت بھی وحدت کے روپ میں نظر آتی ہے۔ عابد سہیل نے اپنی کتاب ''فکشن کی تنقید: چند مباحث'' میں داستان اور افسانے کے واقعہ میں فرق پر بات کی ہے۔ اُن کے نزدیک داستان کے واقعات میں داخلی ربط اور داخلی منطق نہیں ہوتی جب کہ افسانے میں واقعات میں ایک منطقی ربط ہوتا ہے اور پورے افسانوی ڈھانچہ سے ہم آہنگ ہوتے ہیں۔ اور داستان میں کردار اور واقعہ دولخت ہوتے ہیں اور اس میں بیانیہ کم اور بیان زیادہ ہوتا ہے۔ (MENTAL ACTIONS) کے سے حرکت اور روانی پیدا ہوتی ہے اور افسانہ میں کردار ناول اور افسانے میں فرق کے حوالے سے عبدالقادر سروری، سید وقار عظیم، ڈاکٹر عبادت بریلوی، فردوس فاطمہ نصیر، ڈاکٹر سلام سندیلوی، ڈاکٹر مسعود رضا خاکی اور ڈاکٹر سلیم اختر نے لکھا ہے۔ عبدالقادر سروری ناول اور افسانے میں طرزِ نگارش کے ساتھ فنی خصوصیات کے اختلاف کو بنیادی قرار دیا ہے۔ اُنھوں نے پریم چند کے افسانوی مجموعہ ''پریم بتیسی'' کے دیباچہ سے حوالہ دے کر تین اہم فرق بیان کیے ہیں جن میں اوّل اصلی قصے کی فرویت، دوم قصے کے لوازم کی جامعیت، سوم وحدتِ تاثر پر توجہ۔ یہ وہ خصوصیات ہیں جو ناول اور افسانے میں بنیادی فرق کی بنیاد ہیں۔ اُن کا اپنا نقطہ نظر کچھ یوں ہے

"ناول کی مانند مختصر قصے بھی پلاٹ، اشخاصِ قصّہ، اور ماحول کی آمیزش سے پیدا ہوتے ہیں لیکن چونکہ آخر الذکر قصوں کا وجود دعدم صرف چند منٹوں پر موقوف ہوتا ہے اس لیے اختصار ان کا ضروری تقاضا ہے یہی سبب ہے کہ مختصر قصوں کے پلاٹ محض ایک موقع کا نقشہ ہوتے ہیں اور اشخاصِ قصہ حیات کی گوناگونیوں اور ارتقا کی کئی منازل میں سے صرف ایک مختصر پہلو کو پیش کرتے ہیں۔" (2)

سید وقار عظیم نے ''فنِ افسانہ نگاری'' میں افسانہ اور ناول کے فرق کو واضح کیا ہے۔ اُنھوں نے اِس غلط فہمی کو دُور کیا ہے کہ افسانہ، ناول کی مختصر شکل ہے چوں کہ افسانے کی ابتدا ناول سے نہیں بلکہ اس سے ملتی جلتی مختصر چیزوں سے ہوئی۔ اُن کے نزدیک پہلا بنیادی فرق ناول کی طوالت اور افسانے کا اختصار ہے۔ دوسرا بنیادی فرق وحدتِ تاثر کا ہے جو افسانے کی خصوصیت ہے جسے ایک ہی نشست میں پڑھ کر تاثر قائم ہو جاتا ہے اور ناول سے ایک ہی نشست میں پڑھنا ممکن نہیں لہٰذا وحدتِ تاثر کی اُمید رکھنا کارِ سود ہے۔ اسی طرح افسانہ، ناول کی طرح زندگی کی زنجیر نہیں بلکہ ایک کڑی ہے۔ اس میں ایک واقعہ، ایک خیال، ایک تجربہ اور ایک احساس بیان ہوتا ہے اور ایک ہی چیز ایک ہی وقت میں افسانے کا موضوع بنتی ہے۔ انھوں نے موضوع، وحدتِ تاثر کے بعد کرداروں کے فرق کے حوالے سے امتیازات کو یوں بیان کیا ہے کہ ناول میں کرداروں کی مختلف شکلیں اور حالتیں نظر آتی ہیں اور افسانے میں کردار کی سب حالتیں ایک ساتھ دکھائی نہیں دیتی۔ کردار کو ہمیشہ کسی نہ کسی اضطراب کی حالت میں پیش کیا جاتا ہے۔ اس کے علاوہ ناول کی نسبت افسانے میں انجام، تحریک کے عمل اور اُس کے مقصد کو زیادہ

پابندی سے برتا جاتا ہے جو کبھی رومانی، شاعرانہ، فلسفیانہ اور کبھی نفسیاتی نقطۂ نظر سے پیش ہوتا ہے۔ ڈاکٹر عبادت بریلوی نے بھی اس موضوع پر خامہ فرسائی کی ہے اُن کے نزدیک ناول اور مختصر افسانہ بالکل مختلف اصناف ہیں۔ چوں کہ ناول زندگی کے پھیلاؤ اور وسعت کا ترجمان ہے اور افسانہ زندگی کے ایک پہلو کا عکاس ہے۔ وہ ناول اور افسانےکے پلاٹ کے فرق کو یوں بیان کرتے ہیں:

''بظاہر مختصر افسانے کے پلاٹ میں سسپنس کی گنجائش نسبتاً کم ہوتی ہے جو ناول کے پلاٹ میں واقعات یا کرداروں کی حرکات و سکنات سے پیدا ہوتا ہے۔ مختصر افسانے کے پلاٹ میں نہ تو واقعات زیادہ ہوتے ہیں اور نہ کرداروں کی حرکات و سکنات ہی کا ایسا کچھ زیادہ پتہ چلتا ہے۔ ناول کے برخلاف مختصر افسانے کے سارے پلاٹ ہی میں ایک سسپنس کی کیفیت ہوتی ہے۔ وہ اسی سسپنس سے شروع ہو کر سسپنس ہی پر ختم ہوتا ہے۔"(3)

فردوس فاطمہ نصیر نے ''مختصر افسانہ کا فنی تجزیہ'' میں ناول اور افسانہ کو ہیئت و ساخت، فن، مقاصد، ترکیب، محاسن و عیوب، اُصول و ضوابط اور لطافتوں کی بنیاد پر الگ الگ اصناف قرار دیا ہے۔ اُن کے نزدیک ناول اگر مثنوی ہے تو مختصر افسانہ غزل کا شعر ہے۔ ناول نگار واقعہ کو بالکل حقیقت میں بیان کرتا ہے تو افسانہ نگار نظرِ انتخاب سے تصور آفرینی بھی کرتا ہے۔ بعض اوقات افسانہ نگار اشیا کا نقشہ سادے خط و خال کھینچتا ہے اور تخیل کا رنگ بھی بھرتا ہے۔ ناول نگار اس بنا پر فوقیت رکھتا ہے کہ وہ انسان کے باطن کی شرح کرتا ہے۔ ناول اور افسانے میں نمایاں فرق زبان کے استعمال کا ہے۔ افسانہ ایمائی طرزِ اظہار اور ایجاز کی صفات کا حامل ہوتا ہے۔ اس کے علاوہ اشارے، کنایے، محذوفات، زبان کی صفائی، روانی، الفاظ کا انتخاب اور فقروں کی چستی بھی اہم ہے۔ ڈاکٹر سلام سندیلوی نے اپنے مضمون ''افسانہ کا مطالعہ'' میں ناول اور افسانے کے بنیادی فرق کو مذکورہ بالا شقوں پر ہی پرکھا ہے مثلاً طوالت اور اختصار، زندگی کے پھیلاؤ اور ایک واقعہ، کردار کے ارتقا اور وحدتِ تاثر وغیرہ۔ اُنھوں نے اس کے علاوہ ایک اور نکتے کی بھی نشان دہی کی ہے۔ اُن کے نزدیک ناول نگار اتحادِ زمان و مکاں سے آزاد ہوتا ہے اور افسانہ نگار پر زمان و مکاں کی قیود عائد ہوتی ہیں۔ ڈاکٹر سلیم اختر نے ناول کو پھیلاؤ اور افسانے کو سمیٹنے کا فن کہا ہے۔ ڈاکٹر مسعود رضا خاکی نے ''اردو افسانے کا ارتقا'' میں ناول اور افسانے کے فرق کو بیان کیا ہے۔ اُن کے خیال میں ناول کے اختتام پر تکمیل کا احساس ہوتا ہے اور افسانہ تشنگیِ شوق کو بھڑکاتا ہے۔ یہ خیال اُنھوں نے B.PAIN سے لیا ہے۔ اور ناول نویس ایسے واقعات منتخب کرتا ہے جس سے کردار کی فطرت عیاں ہو اور افسانہ نگار ایسے واقعات لاتا ہے جن سے دوسرے واقعات اور تفصیلات کی جانب اشارہ ہو۔ چوں کہ اشاریت اور ایمائیت افسانے کی بنیادی خصوصیات ہیں۔ ناول میں واقعات، کردار، جذبات، مقاصد اور محرکات سے زندگی کیبارے میں مصنف کا نقطۂ نظر واضح ہوتا ہے اور افسانے میں یہی چیزیں اشاریت اور ایمائیت کے ذریعے افسانہ نگار کا نقطۂ نظر، قاری پر لاشعوری طور پر تاثر قائم کرتا ہے۔ وہ افسانے کو ناول کی مختصر شکل قرار دینے کو بھی غلطی سمجھتے ہیں۔

افسانہ اور ڈراما کے اشتراکات اور امتیازات کے حوالے سے سید وقار عظیم، فردوس فاطمہ نصیر اور ڈاکٹر سلام سندیلوی کے خیالات ملتے ہیں۔ سید وقار عظیم کے نزدیک مختصر افسانہ ناول کی نسبت ڈرامے سے زیادہ قریب ہے۔ ان کے اشتراکات میں وحدتِ تاثر، لکھنے والے کے لیے

حدود، اختصار وایجاز، قاری کو سوچنے پر مجبور کرنا، مرکزی خیال کی بنیادی اہمیت اور وقت اور مقام میں مقید ہونا شامل ہیں۔ ان کے نزدیک قصہ گوئی کی کسی صنف نے ڈرامے کی فنی خصوصیات کو اتنا نہیں اپنایا جتنا افسانے نے برتا ہے اور یہ دونوں اصناف ایک دوسرے سے بہت زیادہ قریب ہیں۔ فردوس فاطمہ نصیر نے بھی افسانہ اور ڈراما کی مماثلتیں تلاش کی ہیں۔ اُن کے نزدیک دونوں میں ایمائی طرزِ بیان مشترک ہے۔ ان میں منظر نگاری اور مصنف کا نظریۂ حیات تفصیل سے بیان نہیں ہوتے۔ البتہ ڈرامے میں واقعات کو تفصیل سے قلم بند کیا جا سکتا ہے۔ دونوں میں کردار کے اُنھی خصائل اور عادات کو سامنے لایا جاتا ہے جو بنیادی خیال سے براہِ راست تعلق رکھتے ہوں۔ دونوں میں وحدت زماں کو مد نظر رکھا جاتا ہے اور وحدتِ تاثر بھی اہم شرط ہے۔ فردوس فاطمہ نصیر نے مختصر افسانہ اور ڈراما کی مماثلتوں کو یکجا انداز میں یوں بیان کیا ہے:

وقت مقررہ میں ختم ہو جانے کا خیال دونوں کے مصنفین کے شروع ہی سے پیشِ نظر رہتا ہے۔ اگرچہ اس امر میں ڈراما نگار مختصر افسانہ نگار سے زیادہ آزاد ہے۔ وہ اپنی تخلیق میں بہ مقابلہ مختصر افسانہ نگار زیادہ تفصیل سے کام لے سکتا ہے۔ درحقیقت مختصر افسانہ نگار پر اُصول اتحاد زماں کی پابندی زیادہ سختی کے ساتھ عائد ہوتی ہے۔ اتحاد اثر دونوں میں یکساں طور پر پایا جاتا ہے۔ اس امر میں ایک ایکٹ کا ڈرامہ مختصر افسانہ سے بہت زیادہ مشابہت رکھتا ہے۔ ایک ایکٹ کے ڈرامے میں مختصر افسانہ کے مانند زندگی کے ایک واقعہ کی خیرہ کن جھلک دکھلائی جاتی ہے۔۔۔دونوں میں وحدت اثر بمنزلہ اُصول مسلمہ کے ہے۔(4)

ڈاکٹر سلام سندیلوی نے افسانہ اور ڈرامے کی مماثلتوں اور امتیازات کو واضح کیا ہے۔ اُن کے نزدیک اختصار، وحدتِ زمان و مکاں اور ایک ہی نشست کی قرأت، افسانے اور ڈرامے میں اشتراکات کے عناصر ہیں اور امتیاز کی صورت اسٹیج کی پیش کش ہے جو کہ ڈرامے کی ضرورت ہے۔ شہزاد منظر نے اپنی کتاب ''جدید اردو افسانہ'' میں ولیم ابراہمز کے قول سے مضمون اور افسانے کے فرق کو بیان کیا ہے۔ ولیم ابراہمز کے نزدیک مضامین صاف شفاف شیشے کی طرح اور افسانے آئینے کی طرح ہوتے ہیں۔ مضامین میں آپ سب کچھ دیکھ سکتے ہیں۔ افسانے میں صرف اپنی شکل دیکھ سکتے ہیں۔ ڈاکٹر مسعود رضا خاکی اور کرشن چندر نے انشائیہ اور افسانے کے امتیازی خصائص پیش کیے ہیں۔ ڈاکٹر مسعود رضا خاکی نے ہربرٹ ریڈ کے حوالے سے انشائیہ اور افسانہ کی مماثلتیں بیان کی ہیں جس میں تاثر اور مقصد کی وحدت، وجدانی ترتیب، اظہارِ خیال کی منفرد صورت جس میں موضوع اور خیال کی یکجائی مجروح نہ ہو اور اندازِ بیاں میں منطقی استدلال شامل ہیں۔ البتہ اُنھوں نے افسانے میں وجدانی ترتیب کی بجائے واقعات کی منطقی ترتیب کو اہمیت دی ہے۔ کرشن چندر افسانے میں ہیئتی تجربے سے جن اصناف کا پتہ لگاتے ہیں۔ ملاحظہ ہو:

مختصر افسانے کو بے حد مختصر کر دیجیے تو نظم سے جا ملتا ہے اور بڑھا دیجیے تو ناول کے قریب پہنچ جاتا ہے۔ اس کے مکالمے کو پھیلا دیجیے تو ڈرامائی گنجائش پیدا ہو جاتی ہے اور بیانیہ عنصر بڑھا دیجیے تو یہ انشائے لطیف کے قریب ہو جاتا ہے۔ اس سے اس کے وسیع پھیلاؤ اور اس کے امکانات کا اندازہ ہوتا ہے کہ یہ اپنے اندر بہت سے ہیئتی اجزا کو سمونے کی قوت رکھتا ہے۔(5)

اویس احمد ادیب اور ڈاکٹر مسعود رضا خاکی نے افسانے کے مابہ الامتیاز کو وضع کیا ہے۔ اویس احمد ادیب نے ''اصولِ افسانہ نگاری'' میں خاکے سے مراد وہ افسانے لیے ہیں جس میں کسی ایک کردار کے کسی ایک پہلو کو نمایاں کر کے چھوڑ دیا جائے۔ اور اُن کے نزدیک ''خاکہ'' الگ صنفِ سخن ہے لیکن اس کا تعلق اخبار نویسوں سے زیادہ ہے اور خاکہ، اخبار نویسی اور مختصر افسانہ نویسی کی درمیانی کڑی ہے۔ خاکے اور افسانے میں مزید فرق یہ ہے کہ خاکہ میں پلاٹ نہیں ہوتا، نہ واقعات کی تلاش و جستجو ہوتی ہے اور نہ کوئی ترتیب ہوتی ہے۔ ان امتیازات کے برعکس ڈاکٹر مسعود رضا خاکی نے ''اردو افسانے کا ارتقا'' میں چند اشتراکات بھی بتائے ہیں۔ اُن کے نزدیک مختصر افسانے اور خاکہ میں واقعات کا تسلسل ہوتا ہے، تاثر بھی موجود ہوتا ہے اور زندگی کی مکمل اور منظم تصویر ہوتی ہے۔ البتہ اُنھوں نے ایک فرق یہ بتایا ہے کہ خاکہ اور افسانے میں فرق قصہ پن کا ہوتا ہے۔ افسانہ اور فلم کی مماثلتیں، سید وقار عظیم نے تلاش کی ہیں۔ اُنھوں نے ''فنِ افسانہ نگاری'' میں فلم کو اخلاقی قوت کا مظہر کہا ہے اور اس کی معاشرتی اور تمدنی اہمیت تسلیم کرتے ہوئے افسانے اور فلم کے اشتراکات کو بیان کیا ہے۔ اُن کے نزدیک فلمی کہانیاں، ناول اور ڈرامے کی نسبت مختصر افسانے کے زیادہ قریب ہیں۔ دونوں نئے عہد کی پیداوار ہیں۔ دونوں بہت سی چیزوں کی پابندی کے باوجود آزاد ہیں۔ دونوں میں نئے عہد کے انتشار کی مصوری کی جاتی ہے۔ دونوں میں ناول اور ڈرامے کی فنّی روایتوں کا عکس موجود ہے۔

فنونِ لطیفہ اور مختصر افسانہ کے انسلاکات کو عبدالقادر سروری، سید وقار عظیم، اویس احمد ادیب اور فردوس فاطمہ نصیر نے واضح انداز میں بیان کیا ہے۔ عبدالقادر سروری نے ''دنیائے افسانہ'' میں مختصر افسانہ کو ایک فنِ لطیف قرار دیا ہے اور اس کے چار جواز پیش کیے ہیں؛ اوّل افسانہ نگار کا مقصد، دوسرے فنونِ لطیفہ کی طرز، جذبات انگیزی، حسن فطرت کے رازوں کا افشا کرنا، دوم افسانہ کا میدانِ عمل، نہایت وسیع ہے اور فنونِ لطیفہ کی طرح افسانہ بذاتِ خود ایک کائنات ہے؛ سوم افسانہ نگاری کا فن بھی اکتسابی ہے اور اس کے لیے فطری لگاؤ اور ذوق کا ہونا ضروری ہے؛ چہارم افسانے کے بھی منضبط قواعد اور اُصول ہیں جو اسے دوسرے فنونِ لطیفہ کے قریب کرتے ہیں۔ سید وقار عظیم نے ''فنِ افسانہ نگاری'' میں مختصر افسانے میں فنونِ لطیفہ کی خصوصیات کو تلاش کیا ہے۔ اُن کے نزدیک فنونِ لطیفہ خیال افزا ہوتے ہیں اور مختصر افسانے میں بھی ایسے نکات پیش کیے جاتے ہیں جو قاری کے دماغ کو سوچنے پر مجبور کرتے ہیں، دماغی اور روحانی لذت بھی عطا کرتے ہیں اور یہ خصوصیت حسن کا لازمی جزو ہے۔ اس کے علاوہ افسانے میں حقیقت بیانی کے ساتھ جذبات پر حکمرانی کو بھی مدِّنظر رکھا جاتا ہے۔ واقعات کے انتخاب میں افسانہ نگار کو بڑی مہارت سے کام لینا پڑتا ہے تاکہ واقعات اور کردار نگاری سے وجدانی کیفیت پیدا کی جا سکے۔ جذبات نگاری افسانہ نگار سے قوتِ انتخاب کا تقاضا کرتی ہے چوں کہ اُس کی کائنات محدود اور عمل کا جذبہ وسیع ہوتا ہے، وہ مصور، بت تراش، شاعر اور موسیقار کی طرح اُنہیں جذبات کو اُبھارتا ہے جس قدر وہ اس عمل میں آزاد ہوتا ہے۔ فردوس فاطمہ نصیر نے ''مختصر افسانہ کا فنی تجزیہ'' میں مختصر افسانہ میں فنونِ لطیفہ کے خصائص کو بیان کیا ہے۔ اُن کے نزدیک مختصر افسانہ بھی فنونِ لطیفہ میں شامل ہے چوں کہ اس میں بلند اور پاکیزہ جذبات برانگیختہ ہوتے ہیں۔ حیاتِ انسانی کے ایک واقعہ چاہے وہ مسرت ہو یا رنج ہو، کو ہنر مندی سے محدود دائرہ میں رہ کر پیش کرتا ہے اور اسے بھی قاری پڑھ کر کیف و سرود اور قلبی سکون حاصل کرتا ہے۔ اس کے اور دوسرے فنونِ لطیفہ کے اصول و ضوابط بھی مشابہت رکھتے ہیں۔ زندگی

کے خاکے کی مرقع کشی تفصیل یا ایمائی انداز میں کی جاتی ہے۔اس میں شادی و غم، سکون و جوش، غیظ و غضب، رحم و کرم، ہر جذبے کی تصویر کشی ملتی ہے۔ سینکڑوں مواقع کی اصل سے مطابقت بھی یکساں طریقے سے کی جاتی ہے۔دیگر فنونِ لطیفہ کی طرح اس میں بھی مصنف بعض اوقات کسی واقعہ یا جذبہ یا منظر کا سماں باندھنے کے لیے چند نمایاں اور ایمائی خصوصیات بیان کرتا ہے اور اس میں بھی متضاد چیزوں کے ذکر سے مصوری کی جاتی ہے تاکہ کیفیات اور واقعات کا نقش واضح ہو۔

افسانہ اور شاعری کے مابین فرق،اشتراک اور افضیلت و اکملیت کے درجوں کے تعین کے حوالے سے عبدالقادر سروری، مہدی جعفر، شمس الرحمن فاروقی، وارث علوی، قمر رئیس، فہیم اعظمی اور عابد سہیل کے خیالات ملتے ہیں۔عبدالقادر سروری نے ''دُنیائے افسانہ'' میں افسانہ کو شاعری سے افضل قرار دیا ہے اور اس کی وجوہات یا جواز بھی پیش کیے ہیں۔اُن کے خیال میں اس صنف نے یورپ میں عروج حاصل کیا اور ''مقدمہ شعر و شاعری'' میں حالی نے شعر فہمی کے لیے سامع کے ایک خاص معیار، تعلیم و تربیت کو ضروری قرار دیا ہے اور یورپ کا ماہر فن اور افسانہ نگار والٹر بیسنٹ افسانہ کو شاعری پر اسی وجہ سے فوقیت دیتا ہے چوں کہ اس میں سامع یا قاری کے لیے خاص تربیت، تعلیم اور قابلیت کی ضرورت نہیں۔اُن کے نزدیک افسانہ نگار کو شاعری کی قیود، بحر، ردیف، قافیہ اور انتخاب الفاظ کی ضرورت نہیں اور تیسری وجہ یہ ہے کہ شاعری میں فضا کی حدود، تکرار کو غیر موزوں بنا دیتی ہیں لیکن افسانہ کو اس کا کوئی خوف نہیں۔اس کے علاوہ اُنھوں نے شاعری اور افسانہ کی یہ مماثلت بھی بیان کی ہے کہ دونوں میں انسان کے باطن تک رسائی حاصل کی جاتی ہے اور افسانے کی امتیازی خصوصیت یہ ہے کہ اس میں نئی معلومات اور نئی کیفیات کا اضافہ ہر وقت ہوتا رہتا ہے۔

مہدی جعفر اپنے مضمون ''نئے افسانے کی ماہیت'' میں افسانہ اور شاعری کے تعلق پر روشنی ڈالتے ہوئے اس خیال کو غلط قرار دیتے ہیں کہ شاعری اور افسانہ کے جوہر قریب ہوتے جا رہے ہیں اور افسانہ اِنھی عوامل کو قبول کر رہا ہے جو شاعری کے ہیں۔اُن کے نزدیک افسانہ اور شاعری میں ایک مشترک قدر یہ ہے کہ دونوں میں عصری حسیت پائی جاتی ہے۔اس کے علاوہ فرق یہ ہے کہ افسانہ بیانیہ کا حامل ہوتا ہے البتہ اس کے فقرے شاعرانہ ہوتے جا رہے ہیں اور بعض شاعر افسانہ نگار کی حیثیت سے بھی جانے جا رہے ہیں جس کی مثال اُنھوں نے بھارت کے شاعروں حمید سہروردی، اختر یوسف، بلراج کومل اور کمار پاشی سے دی ہے۔

شمس الرحمن فاروقی نے ''افسانے کی حمایت میں'' میں افسانے کو شاعری کے مقابلے میں کم تر صنفِ سخن قرار دیا ہے۔انکے نزدیک افسانہ اس قدر گہرائی اور باریکی کا حامل نہیں ہوتا جتنا شاعری ہوتی ہے۔دوسرا افسانے کا وجود اتنا پر قوت اور نمایاں نہیں جتنا شاعری کا وجود ہے۔اس کے علاوہ ادب کا مزاج، نثر کی نسبت شاعری سے زیادہ ہم آہنگ ہے اور شاعری کا مزاج ہر عہد میں پروپیگنڈے کے خلاف رہا ہے۔ شمس الرحمن فاروقی کے اس اعتراض نے تو نثر کی تمام اصناف کو معرضِ التوا میں ڈال دیا ہے۔اُنھوں نے افسانے کی کم عمری کو بھی شاعری سے کم تر ہونے کی وجہ سمجھا ہے۔اُن کے نزدیک افسانے میں انقلابی تبدیلیاں بھی ممکن نہیں۔اس وجہ سے بھی یہ شاعری سے کم تر ٹھہرا۔افسانہ وقت کا محکوم ہے۔ پلاٹ غائب کر دینے کے باوجود بیانیہ قائم رہے گا۔اُن کے نزدیک بڑی صنفِ سخن وہ ہوتی ہے جو ہمہ وقت تبدیلیوں کی متحمل

ہو سکے۔اُن کا اعتراض یہ بھی ہے کہ افسانے کی زبان میں وہ تناؤ نہیں ہے جو شاعری کی زبان میں ہے۔ شاعری میں کسی ٹھونس ٹھانس، حشو و زوائد برائے بیت یعنی SLACK کی گنجائش نہیں ہوتی جب کہ افسانے میں SLACK نکل آتا ہے۔ وارث علوی نے ''جدید افسانہ اور اس کے مسائل'' میں نئے افسانے کو بُری شاعری قرار دیا ہے۔ چوں کہ یہ بیانیے کے لوازمات اور تقاضوں سے غافل ہے۔ اُنھوں نے افسانہ اور شاعری میں تقدم کے موضوع کو نہیں چھیڑا بلکہ دونوں کے الگ لوازمات کا تذکرہ کیا ہے۔ اُن کے نزدیک نظم تجرید کے ذریعے اور افسانہ بیان کے ذریعے اظہار کے پیکر میں ڈھلتا ہے اور شاعری اجمال، ابہام اور اشاریت سے کام لیتی ہے جب کہ یہ صورتِ حال افسانے کی نہیں کہ سارے افسانہ نگار ایک ہی آواز، اسلوب اور لب ولہجہ استعمال کر سکیں۔ افسانے کی بندھی ٹکی زبان نہیں جو بول چال کی زبان میں اپنی الگ روایت بنا سکے۔ شاعری میں کلام موزوں ہوتا ہے اور فکشن میں اسلوبِ بیان فیصلہ کن نہیں ہوتا۔ شاعری کو عروضی نظام، استعارے، اشارے، تلمیحات، علامات اور اساطیر ایکو حدت بخشتے ہیں جو نثر میں ممکن نہیں۔ نظمیں یاد رہتی ہیں، افسانے نہیں رہتے۔ حتیٰ کہ مسجع ومقفیٰ جملے بھی یاد نہیں رہتے۔ نظم میں پیچیدہ استعارے اور علامتیں وضاحتی اشاروں سے واضح ہو جاتی ہیں۔ مختصر افسانے میں یہ ممکن نہیں۔ البتہ فہیم اعظمی کے نزدیک نظم بھی بیانیہ اور فکشن کہلا سکتی ہے۔ اس کے لیے اُنھوں نے ارسطو کی اصطلاح بیانیہ نظم کا بھی حوالہ دیا ہے جس کے مطابق بیانیہ نظم وہ ہے جس میں سوائے اسلوب کے باقی تمام صفات کہانی والی ہوتی ہیں اور اس طرح ایسے قصے جو داستانوں کے زمرے میں آتے ہیں وہ شعری فکشن کہلائیں گے۔ فہیم اعظمی نے اردو ادب میں شعری فکشن یا بیانیہ نظموں کی مثالیں مرزا شوق کی مثنوی ''زہر عشق''، وارث شاہ کی ''ہیر'' اور افضل شاہ کی ''سوہنی مہینوال'' کی دی ہیں۔ اُن کے نزدیک افسانہ اور شاعری میں فرق وہاں نظر آئے گا جب واقعہ نگاری والی فکشن کا موازنہ جامع حقیقت برتنے والی شاعری سے کیا جائے اور اگر فکشن اور شاعری دونوں جامع حقیقت کے ترجمان ہوں تو دونوں رشتہ دار ہیں۔ اُن کے نزدیک انیسویں صدی کے آخر اور بیسویں صدی میں افسانوں اور ناولوں میں لفظی و معنوی امیجز، استعارات اور علامتیں استعمال ہونے لگیں تو فکشن اور شاعری ایک دوسرے کے قریب آ گئے اور شعری ناول اور بیانیہ شاعری کی اصطلاح استعمال ہونے لگی۔ اُنھوں نے کولرج کا حوالہ بھی دیا ہے جس کے مطابق نثر سے مراد الفاظ کا بہترین استعمال ہے اور شاعری بہترین الفاظ کا بہترین استعمال ہے۔ شاعری اور فکشن میں فرق صرف عروض کی پابندی کا رہ گیا جو اب اِس طرح ختم ہو رہا ہے کہ شاعری کے لیے بھی عروض کو ضروری نہیں سمجھا جا رہا۔ وہ فکشن اور شاعری کی درجہ بندی کے حوالے سے لکھتے ہیں:

"ناول اور افسانے میں زبان و بیان کی وسعت کی وجہ سے، نقطۂ نظر کے گرد کرداروں اور حادثات کا ہالہ ہونے کی وجہ سے، نفسیات، جذبات اور تعصبات کے لیے مناسب جگہ بنانے کے سبب امیجز، سمبل اور دوسری صنعتیں یا ٹروپ (TROPES) اتنی آسانی سے اور ایک جگہ نہ مل سکیں گے جیسے غزل اور نظم میں ملتے ہیں لیکن یہی بات شاید فکشن کو ادب کی صنف کی حیثیت سے شاعری پر فوقیت بھی دے سکتی ہے کیوں کہ ان میں ادبی حقیقتوں اور زندگی کی سچائیوں کی نمائندگی کے لیے زیادہ گنجائش ہوتی ہے۔ اچھی شاعری شاید وقت کے ساتھ اپنی افادیت کھو دے مگر اچھا فکشن جس میں اُس لمحے کی عکاسی ہوتی ہے جس میں ماضی، حال اور مستقبل سب ایک ہی لمحے کا حصہ ہوتے ہیں۔''(6)

عابد سہیل نے بھی افسانہ اور شاعری کے امتیازات اور اشتراکات کو بیان کیا ہے۔اُن کے نزدیک شاعری کا انحصار صوتی موزونیت پر ہے اور افسانوی ادب کا معنوی موزونیت پر ہے۔اس کے علاوہ بیانیہ کا عنصر افسانہ اور شاعری دونوں میں موجود ہوتا ہے۔افسانے میں بیانیہ واقعہ، کردار، منظر، شخص واشخاص کی شکل یا خصوصیات کی تصویر کشی کرتا ہے جب کہ شاعری میں خیال کی تصویر کشی کرتا ہے اور شاعری میں بیانیہ کے سارے امکانات بروئے کار نہیں آتے جب کہ افسانے میں بیانیہ کے سارے امکانات سے کام لینے کا پورا موقع ملتا ہے۔ شاعری اور افسانے کے دوسرے امتیازات ملاحظہ کیجیے:

"شعر کی دنیا چونکہ چھوٹی ہوتی ہے (الفاظ کی حد تک) اس لیے اس میں لسانی یا فنی سقم اور خیال ایک دوسرے کے بہت قریب ہوتے ہیں جب کہ افسانے میں ایسا نہیں ہوتا۔ چھوٹے سے چھوٹے افسانے میں شعر کے مقابلہ میں الفاظ کہیں زیادہ ہوتے ہیں اور خیال کسی ایک جملہ یا پیرا گراف میں مرکوز نہیں ہوتا۔"(7)

قمر رئیس نے بھی افسانہ اور شاعری کے امتیازات واضح کیے ہیں۔اُن کے خیال میں انسانی تجربات اور نفسیاتی کیفیات افسانہ اور شاعری دونوں کا غالب عنصر ہے۔البتہ دونوں کے اثرات کی نوعیت مختلف ہے اور اس کے دو اسباب ہیں۔اوّل شاعری میں حسیاتی پیکر تعمیمی ہوتے ہیں اور افسانے میں تخلیقی اور اپنے کردار کے عمل اور رد عمل کو ظاہر کرتے ہیں۔دوم افسانہ جذبات کی ترسیل کے لیے شاعرانہ طریق کار سے مدد لینے کے باوجود افسانہ رہتا ہے اور ہر وقت افسانویت کی طرف دھیان لگا رہتا ہے اور شاعری میں ایسی کوئی شرط نہیں۔وہ مزید لکھتے ہیں:

"شاعری کی طرح افسانہ میں بھی تخلیق کا عمل استعارہ سازی اور پیکر آفرینی کا عمل ہوتا ہے۔اس لیے ایک متحرک اور زندہ واقعاتی ماحول کو خلق کرنا، اس کا مقصود ہوتا ہے۔ یہاں کردار استعارے ہوتے ہیں اور وقائع EVENT متحرک لفظی پیکروں کی صورت میں نمودار ہوتے ہیں جب کہ شاعری میں ان کا متحرک ہونا ضروری نہیں۔۔۔ شاعری میں محاکات کا عمل اکثر تشبیہ واستعارہ کا محتاج ہوتا ہے جب کہ افسانہ نگار بیانیہ قوت سے ہی محاکات کا کمال دکھاتے ہیں۔"(8)

اُن کے نزدیک افسانہ میں افسانویت وہی حیثیت رکھتی ہے جو غزل میں تغزل کی ہے اور غزل کے تغزل کی طرح افسانہ کی افسانویت بھی بدل سکتی ہے۔ قمر رئیس نے عمدہ انداز میں افسانہ اور شاعری کی خصوصیات اور لوازمات کو یکجا کر کے پیش کیا ہے اس تقدم و تاخر کے غیر منطقی مدارج کے باوجود دونوں اصناف عصری حسیت کی حامل اور اپنے دائرہ کار میں تاثر کی ایک خاص سطح رکھتی ہیں۔

References

1. Dr. Alamdar Hussain Bukhari, Fiction maen asloob ka tanawo awr nay samaji rishtay, mashmola Daryaft: NUML University, Islamabad, Vol:7, June 2008, pp:10
2. Abdul Qadir Sarwari, Dunyay Afsana, Haiderabad Daccan: Anjuman Maktabah Ibrahimia,1935, pp:27
3. Dr. Ibadat Brailvi, Afsana awr Afsanay ki tanqeed, Lahore: Idara Adab o Tanqeed,1986, pp:91
4. Firdaus Fatima Naseer, Mukhtasar afsana ka fani tajzia, Allahabad: Israr Kareemi Press, pp:107-108

5. Krishan Chandar Bahawala Jadeed Afsana, Hayyet o asloob, az Dr. Khursheed Ahmad, Lakhnow: Fakhar Uddin memorial, pp:10
6. Faheem Azmi, Aara, Karachi: Maktabah Sareer,1992, pp:131
7. Abid Sohail, Fiction ki tanqeed, Lakhnow: Parekh printing press,2003,pp:41
8. Qamar Raees, Urdu maen Beesaveen Sadi ka afsanvi adab, Delhi: kitabi dunya,2004, pp:271